حفظِ حیاء اور کنواری لڑکیاں

تحریر: ام عبد منیب

میک اپ اور کنواری لڑکیاں: سابقہ معاشرت میں کنواری لڑکیاں میک اپ نہیں کر سکتی تھیں۔ صرف شادی شدہ عورت ہی اپنے حسن میں اضافہ کرنے کا حق رکھتی تھی۔ کنواری لڑکیاں زیادہ سے زیادہ سرمہ لگاتیں اور سادہ انداز میں عام دھلے ہوئے کپڑے پہنتیں اور سادہ انداز میں بال بنالیتیں۔ بار بار کنگھی کرنے اور نئے نئے ہیر اسٹائل بنانے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ شاید انہیں معلوم تھا کہ (نھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ التَرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا) ''رسول اللہ ﷺ نے ہر روز کنگھی کرنے سے منع کیا ہاں ناغہ کر کے کنگھی کی جائے''۔ [ترمذی: ۱۸۵۶، ابوداؤد: ۴۱۵۹]

معلوم ہوا کہ کنگھی ہی نہیں دیگر تمام بننے سنورنے کے طریقوں میں اسلام یہ پسند کرتا ہے کہ معمولی طرز ہی اختیار کیا جائے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں بننے سنورنے نہیں آیا بلکہ وہ اللہ کی عبادت اور اطاعت کیلئے آیا ہے۔ اس کا ایک ایک منٹ قیمتی ہے۔ اصل حسن تو نیکی کا حسن ہے جو کبھی ماند نہیں پڑتا اور آخرت میں بھی (ان شاءاللہ) تروتازہ رہے گا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القیٰمۃ: ۲۲، ۲۳]

ترجمہ: ''اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کا دیدار کرتے ہونگے''۔

تب لڑکیوں کا سر کے بال کھلے رکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ کنواری لڑکیوں کے بال اس طرح بنائے جاتے کہ کئی کئی دن تک ایک بال بھی باہر نہیں نکلتا تھا۔ اس وقت کی ماؤں کو یہ معلوم تھا کہ عورت کے بال اس کا حسن ہیں اور مرد کی کمزوری۔ جب یہ بال چھپانے کی بجائے دکھانے کے طریقے اختیار کیے جائیں تو بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں۔ اب لڑکیاں بالوں کو مختلف انداز سے بناتی اور دکھانے کا اہتمام بھی کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ نامحرم مردوں کے سامنے سڑکوں یا بازاروں، دفاتر اور تعلیمی اداروں میں بھی شانوں پر لہراتے ہوئے بال نظر آتے ہیں۔

سابقہ روایات میں کنواری لڑکیاں میک اپ نہیں کر سکتی تھیں، صرف شادی شدہ عورت ہی اپنے حسن میں اضافہ کرنے کی حق دار سمجھی جاتی تھی۔ کنواری لڑکیاں سرمہ لگا لیتیں اور کنگھی سادہ انداز میں کر لیتیں، کنواری لڑکیوں کیلئے یہ بھی گوارہ نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ ایسے ''دنداسے'' سے دانت صاف کریں جو ان کے ہونٹوں اور مسوڑھوں کو رنگین کر دے۔ وہ کوئلے، نمک، کسی گھریلو منجن یا مسواک سے دانت صاف کیا کرتی تھیں۔ عید یا شادی

وغیرہ پر بھی لڑکیوں کا بناؤ سنگھار صرف چوڑیوں اور مہندی تک ہی محدود ہوتا تھا۔ وہ سادہ انداز میں ہاتھوں کو مہندی سے رنگ لیتیں، نقش ونگار بنانے کا رواج نہیں تھا۔ جبکہ دور حاضر میں مہندی ایک اہم سنگھار کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ گلیوں اور بازاروں میں مہندی کے نقش و نگار بنانے والے باقاعدہ مرد موجود ہیں۔ مہندی صرف ہاتھوں پر نہیں کلائیوں، پنڈلیوں، پیروں کے اوپر، گردن اور کندھوں پر لگانے کا رواج بھی دور حاضر کی ایجاد ہے۔ سابقہ معاشرت میں لڑکیاں چوڑیاں پہن لیتیں یا مہندی سے ہاتھ رنگ لیتیں تو یہ کوشش کرتی تھیں کہ ان کے باپ اور بھائیوں کی بھی نظر نہ پڑے۔ اب لڑکیاں یہ سب کچھ بالارادہ دکھاتی پھرتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تاکید کی ہے: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ [الأحزاب: ۳۳] ترجمہ: ''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلے جاہلیت کے دنوں کی طرح اظہار زینت نہ کرتی پھرو اور نماز قائم کرتی رہو اور زکوٰۃ ادا کرتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرتی رہو''۔ اسلام اس بات کا حامی ہے کہ شادی شدہ عورت ہی بیرونی اشیاء کو زینت کیلئے استعمال کرے، کنواری لڑکیوں کیلئے احادیث میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا۔ شادی شدہ عورت کیلئے بناؤ سنگھار عہد نبوی ﷺ میں علامت امتیاز تھی۔ چنانچہ ایک بار ابو درداءؓ اپنے مؤاخاتی بھائی سلمانؓ کے ہاں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ام درداؓ نے میلے کپڑے پہن رکھے ہیں، انہوں نے پوچھا: ''یہ تمھارا کیا حال ہے؟'' ام درداؓ نے جواب دیا! تمھارے بھائی ابو درداءؓ کو دنیا سے کوئی حاجت نہیں۔ اتنے میں ابو درداءؓ بھی آ گئے۔ انہوں نے سلمانؓ کیلئے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا کھاؤ، ابو درداءؓ نے کہا: میرا تو روزہ ہے۔ سلمانؓ نے کہا میں تب کھانا کھاؤں گا جب تم بھی میرے ساتھ کھاؤ گے''۔ چناچہ ابو درداءؓ نے (نفلی) روزہ توڑ کر ساتھ کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی تو وہ نوافل پڑھنے لگے۔ سلمانؓ نے کہا: ابھی سو جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد ابو درداءؓ اٹھ کر نوافل پڑھنے لگے تو سلمانؓ نے کہا سو جاؤ۔ رات کا آخری پہر ہوا تو سلمانؓ نے کہا ''اب اٹھ کر قیام کرو'' چنانچہ دونوں نے اکٹھے نفل پڑھے۔ پھر سلمانؓ نے ابو درداءؓ سے کہا'' بے شک تمہارے رب کا تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے لہٰذا سب کو ان کا حق دو'' پھر ابو درداءؓ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سلمانؓ نے سچ کہا''۔ [صحیح بخاری۔ کتاب الصوم، باب من اقسم لأخیہ لیفطر فی التطوع، ۱۹۶۸]

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شوہر کی موجودگی اور ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت کو بناؤ سنگھار کرنا چاہیئے (ایسا بناؤ سنگھار جس کا جواز احادیث سے ملتا ہے، ممنوع بناؤ سنگھار چاہے شوہر چاہتا بھی ہو نہیں کرنا چاہیئے

ورنہ عورت گناہگار ہوگی) (یاد رہے کہ سلمانؓ اور ابو درداءؓ کا یہ واقعہ آغاز ہجرت سے تعلق رکھتا ہے جب پردہ فرض نہیں ہوا تھا۔ جب پردہ فرض ہوگیا تو عورت کا نامحرم مرد کے سامنے بے حجاب آنا ممنوع ہوگیا تھا)

گویا شوہر کی موجودگی اور ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت کو بناؤ سنگھار کرنا چاہئے یہ اس کے شوہر کا حق ہے تاکہ وہ اس سے رغبت اور میلان رکھے۔ چونکہ کنواری لڑکی کا ایسا کوئی معاملہ نہیں ہوتا، اس لئے کنواری لڑکیاں شادی شدہ عورتوں والے بناؤ سنگھار سے گریز کیا کرتی تھیں۔

دورِ حاضر میں کنواری لڑکیوں کے میک اپ کا یہ حال ہے کہ کسی شادی کی تقریب میں ایک کی بجائے سبھی دلہنیں بنی ہوتی ہیں کیا کنواری کیا شادی شدہ؟ ہر لڑکی اپنے لباس، اپنے ہیئر اسٹائل اور اپنی جیولری وغیرہ کی تعریف سننے کی متمنی ہوتی ہے۔ جیسے یہ شادی کی تقریب نہیں بلکہ مقابلہ حسن ہو۔

زیور اور کنواری لڑکیاں: سابقہ معاشرت میں کنواری لڑکیاں چاندی یا سونے کے ہلکے ہلکے زیورات پہنتی تھیں مثلاً بالیاں، لاکٹ، کانچ کی چوڑیاں اور ناک میں کوکا...... اکثر لڑکیاں تو کانچ کی چوڑیاں پہننے پر ہی اکتفاء کرتیں...... نیز یہ ہمیشہ ایک ہی رہتے۔ بار بار موقع یا لباس کی مناسبت سے بدلنے کا رجحان کنواری کیا: شادی شدہ عورتوں میں بھی نہیں تھا۔ البتہ شادی کے بعد لڑکیاں ہر قسم کا زیور پہن سکتی تھیں۔ کسی لڑکی کا زیور دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ سابقہ معاشرت میں لڑکیاں چوڑیاں پہنتی تھیں لیکن خواتین کے ہاتھوں سے جو گھروں میں چوڑیوں کے ٹوکرے اٹھائے کسی عید یا اہم موقع پر آیا کرتی تھیں...... اب بازاروں میں چوڑی محل اور چوڑی ہاؤس موجود ہیں۔ عید پر نوجوان لڑکے چوڑیاں لے کر صرف اس لئے بیٹھتے ہیں کہ وہ نوجوان لڑکیوں کی باہوں اور ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑنے، ان سے بات چیت کرنے اور قریب سے دیکھنے کی خواہش کو پورا کر سکیں۔

گانا، گنگنانا اور کنواری لڑکیاں: لڑکیوں کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ماں یا بزرگ خواتین کی موجودگی میں کوئی شعر یا گیت گنگنائیں۔ اسے بے ادبی اور بے حیائی پر محمول کیا جاتا تھا۔ بزرگوں کو یہ علم تھا کہ گنگنانے کی عادت پڑ جانے کے بعد نرم اور سریلی آواز کسی نامحرم کے کان میں بھی پڑ سکتی ہے۔ نیز یہ گانا ڈومنیوں (گانے والیوں) کا کام ہوتا تھا۔ شریف زادیوں کی حیثیت، مقام اور وقار ایسے گھٹیا افعال سے بہت بلند ہوتا تھا۔

یہی وہ گانا بجانا اور بے حیائی ہے جس کے عام ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (يَكُونُ فِي أُمَّتِي قَذْفٌ وَمَسْخٌ وَخَسْفٌ قِيلَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! وَمَتٰى ذَاكَ؟ قَالَ: اِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَازِفُ

وَ كَثُرَتِ الْقِيْعَانُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ) [سنن ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی علامة حلول المسخ والقذف] ترجمہ: ''میری امت میں پتھروں کی بارش، صورتیں مسخ ہونے اور زمین میں دھنسنے کے واقعات رونما ہوں گے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا، یارسول اللہ ﷺ! ایسا کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب باجوں اور گانے والی عورتوں کا رواج عام ہو جائے گا اور کثرت سے شراب پی جائے گی''۔ دورِ حاضر میں تقریباً ہر لڑکی گنگنانے کی عادی ہے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا بلکہ روشن خیال، ماڈرن گھرانوں میں لڑکیاں شادیوں پر، تقریبات میں، یا کسی وقت گانے کے موڈ میں آکر لڈی اور بھنگڑا ڈال کر...... یا فلمی انداز میں ڈانس کر کے اپنا شوق پورا کرتی ہیں جسے باپ، بھائی اور نامحرم مرد بھی شوق سے دیکھتے ہیں۔

سابقہ معاشرت میں ٹی وی، کیبل، ڈش انٹرنیٹ کی لعنت کا وجود ہی نہیں تھا۔ سب سے پہلے گراموفون ایجاد ہوا اور اس کے بعد ریڈیو، شروع شروع میں یہ صرف مردوں کی محفل میں سنے جاتے تھے۔ شریف گھرانوں میں ان کا سننا صرف مردوں کا حق سمجھا جاتا تھا۔ کنواری لڑکیوں کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ازخود انہیں آن (On) کر کے کچھ سنیں۔ چاہے وہ تلاوت ہی ہوتی۔ گویا ہمارے قدامت پسند معاشرے کو یہ بابات اچھی طرح معلوم تھی کہ لڑکیوں کو اس طرح کے کاموں میں آزادی دینے سے لڑکی شرم وحیا سے بھی آزاد ہو جائے گی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ باپ اور بھائی فلم کی کیسٹس لاتے اور بہنوں بیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر غلیظ اور بے حیائی کے مناظر دیکھتے اور ان کے کرداروں پر باہم تبصرے کرتے ہیں۔

رسالے، اخبارات اور حفظِ حیا: تب مرد حضرات گھروں میں کوئی ایسی کتاب یا رسالہ نہیں لاتے تھے اور نہ ہی خود لانے کی غلطی کرتے تھے جس میں کوئی عشقیہ داستان ہوتی یا جس میں کوئی تصویر ہوتی۔ انہیں معلوم تھا کہ عشقیہ داستانیں اور ناول نوجوان نسل کا اخلاق تباہ کرنے کا مؤثر ذریعہ ہیں، نیز ایسی کہانیاں یا اشعار پڑھنے سے پڑھنے والے کی فطری جھجک ختم ہو جاتی ہے، وہ عشق عاشقی کے مرحلوں اور طریقوں کو جان جاتا ہے۔ پھر اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ خود بھی اس قسم کا گندہ اور گھناؤنا کردار ادا کرے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا اچھی طرح پاس تھا جسے ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے: (لَاَنْ يَمْتَلِيَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَمْتَلِيَ شِعْرًا) [صحیح مسلم: ١١٨٩] ''اگر تم میں سے کسی کے پیٹ میں پیپ بھری ہو جس سے پیٹ سڑ جائے تو پیٹ میں (گندے) شعر بھرنے سے زیادہ بہتر ہے''۔ تب بعض گھروں کے مرد ایسے رسالے پڑھتے بھی تھے (گو

ان کیلئے پڑھنا بھی جائز نہیں ہے) تو گھر کی عورتوں سے چھپا کر، تاکہ عورتوں میں اس قسم کی حیا سوز تحریریں پڑھنے کی تحریص پیدا نہ ہو۔ مردوں کے خیال میں بے حیائی کا یہ ایک ایسا دروازہ تھا، جس کا کھلنا بہت سی بے حیائیوں کو گھر میں گھسنے کی اجازت دینے کے مترادف تھا، اس خیال کو آج کے حالات نے سو فیصد سچ ثابت کر دکھایا ہے۔ بالفرض کسی لڑکی کے ہاتھ ایسی کوئی تحریر لگ بھی جاتی تو وہ موقع تلاش کرتی رہتی کہ وہ کہاں بیٹھ کر پڑھے۔ اسے خوب معلوم ہوتا تھا کہ ایسی کہانیاں پڑھنا گناہ کا کام ہے اور گھر والوں کی نظروں میں قابلِ تعزیر جرم۔

جب انسان سرِعام کوئی گناہ کرنے سے ڈرے یا اس بات سے خائف ہو کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو جائے تو یہی چیز گناہ ہے۔ جس کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالاِثْمُ مَاحَاکَ فِیْ نَفْسِکَ وَکَرِھْتَ اَنْ یَطَّلِعَ عَلَیْہِ النَّاسُ) [صحیح مسلم] ''نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناگوار گزرے''۔

دورِ حاضر میں اس قسم کا لٹریچر نصاب میں پڑھایا جاتا ہے اور استاد خود طلبہ کو ہر چیز کی تشریح کر کے بتاتے ہیں، جس کی وجہ سے استاد اور شاگرد کے رشتے کا تقدس مٹ کر غلیظ قسم کے تعلقات میں ڈھل چکا ہے۔

بے حیا اور انجان عورتوں سے حجاب: ہماری بزرگ خواتین کو یہ بھی معلوم تھا کہ اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی عورت کے نسوانی اعضاء پر کسی عورت کی بھی نظر پڑے کیونکہ بعض عورتیں غیر محتاط زبان استعمال کر کے غیر مردوں کے سامنے بھی عورت یا لڑکی کی خوبصورتی اور جوانی کا تذکرہ کر دیا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے رب کریم نے مسلمان خواتین کو صرف ان خواتین کے سامنے زینت ظاہر کرنے کی اجازت دی ہے جو باحیا اور باایمان ہوں۔ جن عورتوں میں اسلام کی مطلوبہ حیا اور ایمان نہ ہو ان کے سامنے اظہارِ زینت کرنا بہت سے فتنوں کو جنم دیتا ہے۔ [النور:۳۱] گھروں میں اگر کوئی ایسی عورت آجاتی جو نئے کپڑے پہننے کی اور بننے سنورنے کی شوقین ہوتی، مختلف انداز کے بالوں اور ناخنوں وغیرہ کے فیشن بنانے کی رسیا ہوتی تو کنواری لڑکیوں کو ایسی عورتوں کے سامنے نہیں آنے دیا جاتا تھا۔ ہمارے بزرگوں کو یہ معلوم تھا کہ مشتبہ چال چلن اور فیشن کی دلدادہ خواتین جوان بچیوں کو بھی فیشن کی ترغیب دے کر بے راہروی کے پھندے میں گرفتار کرتی ہیں۔ دورِ حاضر میں ہر قسم کی لڑکیوں سے عورتوں کا میل جول ہوتا ہے۔ سکول، کالج اور تفریح کے مقامات پر جہاں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں وہاں لڑکیوں کا مشتبہ چال چلن والی عورتوں سے ہی سابقہ پڑتا ہے بلکہ اس قسم کے مردوں سے بھی ان کا آمنا سامنا اور گفتگو رہتی ہے لیکن

والدین کی غیرت انہیں اپنی بچی کو روک لینے کیلئے نہیں اکساتی۔

سہیلیاں اور حفظِ حیا: تب مائیں یہ خیال رکھتی تھیں کہ ان کی بیٹی کی دوستی کسی ایسی لڑکی سے نہ ہونے پائے جو بننے سنورنے اور نئے نئے کپڑے پہننے کی شوقین ہو، یا فلمی اور افسانوی لوگوں میں دلچسپی لیتی ہو۔ گفتگو میں بے باک اور چالاک ہو، گھر سے باہر کثرت سے جاتی ہو انہیں معلوم تھا کہ دوست اپنے دوستوں پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دوستی کی مثال کو اس طرح سمجھایا ہے: (اِنَّمَا مَثَلُ الجَلِیسِ الصالح وَجَلِیسِ السُّوْءِ کَحَامِلِ المِسْکِ وَنَافِخِ الکِیرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحَةً طَیِّبَةً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحَةً مُنْتِنَةً) [بخاری ومسلم] ’’نیک ساتھی کی اور برے ساتھی کی مثال ایسے ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا، پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا (یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تب بھی) یا یہ کہ تو اس سے پاکیزہ خوشبو پالے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا پھر تو اس سے بدبودار بو پائے گا‘‘۔ لڑکیاں بھی صرف انہی لڑکیوں کو سہیلی بناتی تھیں جو سلیقہ مند اور باحیا ہوتی تھیں۔ دورِ حاضر میں ماں باپ کی اکثریت خود ان لوگوں کو پسند کرتی ہے جو اسلامی اقدار سے بے گانہ اور مغرب کی پلید تہذیب کے اسیر ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ بچیوں کیلئے بھی ایسی ہی سہیلیاں پسند کرتے ہیں۔

تب دو سہیلیوں میں سے جب ایک کی شادی ہو جاتی تو غیر شادی شدہ سہیلی خود ہی شادی شدہ لڑکی سے دوستی کم کر لیتی۔ شادی شدہ لڑکی کو ماں کی طرف سے یہ تربیت دی جاتی تھی کہ وہ شادی کے بعد اپنی کنواری سہیلی کو اپنے خاوند سے متعلق کوئی بات نہ بتائے۔ مائیں یہ کوشش کرتی تھیں کہ شادی شدہ اور کنواری سہیلی کے درمیان میل جول کم ہو جائے۔ وہ اس بات کو جانتی تھیں کہ شادی شدہ لڑکی کے لباس، زیور اور طور طریقے دیکھ کر کنواری کے دل میں بھی اسی قسم کی امنگیں بیدار ہوں گی جبکہ آج کل سہیلیاں خود اپنی سہیلیوں کا تعارف اپنے باپوں، بھائیوں، کزنوں اور منگیتروں سے خود کرواتی ہیں، بعض گھروں میں تو باہم ہاتھ تک ملائے جاتے ہیں، مل کر گپ شپ کی جاتی ہے، دعوتوں کا دور چلتا ہے اور گروپ فوٹو اتروائے جاتے ہیں۔ جب کنواری لڑکیاں آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگتیں، کپڑے پہن کر اپنا سراپا دیکھنے کی کوشش کرنے لگتیں تو مائیں ٹھٹک جاتیں اور سمجھ جاتیں کہ اب ان کی بیٹی جوان ہو گئی ہے اور اس کے اندر وہ خواہش بیدار ہونے لگی ہے جو فطری طور پر جوان ہونے پر پیدا ہوتی

ہے۔ وہ اس کے نکاح کی فکر میں لگ جاتیں۔ گویا خاموش زبان ہی سے دونوں طرف سے اظہار اور تکمیل کا عمل مکمل ہو جاتا۔ کتنی بڑی نفسیات دان تھیں اس دور کی مائیں۔

رشتے کی تلاش اور حفظ حیا: تب لڑکیوں کی شادی کا تذکرہ ان کے سامنے نہیں کیا جاتا تھا بلکہ خاموشی سے کوئی لڑکا دیکھ لیا جاتا، لڑکی دیکھنے والی خواتین اگر دیکھنے کی ضرورت ہوتی تو اس انداز سے آتیں کہ لڑکی کو پتہ ہی نہ چلتا کہ اسے کوئی عورت نکاح کی غرض سے دیکھنے آئی ہے۔ لڑکے والی خواتین لڑکیوں کو سامنے بٹھا کر یہ اندازہ نہیں لگایا کرتی تھیں کہ لڑکی کا ماتھا کیسا ہے؟ رنگ گورا ہے یا کالا ہے؟ قد کتنے فٹ اور کتنے انچ ہے؟ تعلیم کیا ہے؟ جاب کرتی ہے یا نہیں؟ باپ کی کوٹھی کتنے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے؟ لڑکی جہیز میں کیا لائے گی؟

لڑکی کی سلیقہ مندی، گھر سنبھالنے کی مہارت، خاموش طبیعت، حیا سرشت اور اس کی معصومیت ہی اس کے نکاح کی بنیاد ہوتی تھیں۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: (تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ بِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ) [صحیح مسلم] ''عورت سے چار اسباب کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے نسب کی وجہ سے، اس کے جمال کی وجہ سے، اس کے دین کی وجہ سے، تو دین دار عورت کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر، تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں''۔

لڑکیاں خود بھی اپنی شادی کا ذکر کرنا یا سننا ناپسند نہیں کرتی تھیں۔ جہاں کوئی ایسی بات چھڑ جاتی وہ خود ہی وہاں سے اٹھ کر چلی جاتیں۔ یہ حیا ہی تو تھی جس کے باعث عائشہ صدیقہؓ نے کہا تھا کہ (اجازت لینے سے) تو کنواری کچھ بول ہی نہ سکے گی۔ دورِ حاضر میں جنس اور نکاح دونوں موضوع اس قدر زبان زدِ عام ہیں جیسے کھانے پینے کی اشیاء پر بات چیت۔ لڑکے لڑکیاں باہم بیٹھ کر کھل کر ان معاملات پر بات چیت کرتے ہیں۔ آئیڈیل پر اظہارِ خیال ہوتا ہے۔ اپنے آئیڈیل خود لڑکے لڑکیاں ہی تلاش کرتے ہیں۔ بعض والدین کی مرضی کے خلاف یا ان سے مشورہ کیے بغیر ہی کورٹ میرج کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے لڑکی کے ولی کی مرضی کو اس کے نکاح میں ضروری شرط قرار دیا ہے اور جب تک یہ شرط موجود نہ ہو نکاح ہی نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: (لَانِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ) [سنن ابی داؤد و جامع ترمذی] ''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں''۔

تب حیا کا یہ عالم تھا کہ شادی کے بعد بھی لڑکیاں دوسروں کے سامنے اپنے خاوندوں سے بات کرتے ہوئے جھجکتی تھیں۔ میاں بیوی سے متعلقہ امور پر بات چیت کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ خود اسلام نے

بھی یہی تاکید کی ہے کہ ایسے امور پر لوگوں کے سامنے بات نہ کی جائے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلٰی امْرَأَتِہٖ وَتُفْضِیْ اِلَیْہِ ثُمَّ یُنْشِرُ سِرَّھَا) [صحیح مسلم] ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مرتبہ میں برا آدمی وہ ہے کہ اپنی عورت سے خلوت کرے اور عورت اپنے مرد سے خلوت کرے پھر وہ اس کا بھید افشا کرتا پھرے''۔

کنواری لڑکی کی خوبیاں: تب لڑکی کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی تھی کہ وہ شرم وحیا والی ہے، کم گو ہے، سلیقہ مند اور خدمت گزار ہے، نماز روزہ کرنے والی ہے، گھر اچھا سنبھالتی ہے، اپنے کام سے کام رکھتی ہے، گھر سے باہر کبھی نہیں دیکھی گئی......اور یہی ایک نیک اور اسلام کی مطلوبہ خاتون کی صفات ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَۃُ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَ ھَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَھَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَھَا قِیْلَ لَھَا اُدْخُلِی الْجَنَّۃَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شِئْتِ) [ابن حبان] ''اگر کسی عورت نے پانچوں نمازیں پڑھیں، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی تو اسے کہا جائے گا تم جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ''۔آج لڑکی کی تعریف کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ سمارٹ ہو، اس کی ہر چوائس لاجواب ہو، ہر محفل کی جان ہو، اس نے بڑی بڑی تعلیمی اسناد حاصل کی ہوں، اس نے کھیل، آرٹ اور تقریر وغیرہ میں ٹرافیاں جیتی ہوں۔ سیاست، احوالِ عالم اور فلم وفیشن کی دنیا سے واقف ہو۔نئی نئی ڈشیں بنانے اور کھانے کی رسیا ہو۔اپنے آئیڈیل شوہر کے بارے کھل کر مجمع عام میں بات کرنا جانتی ہو، جاب کرتی ہو۔

اس کے برعکس اسلام عورت کی یہ تعریف کرتا ہے کہ وہ بھولی بھالی، سیدھی سادی، شاطرانہ داؤ پیچ، حسن دکھانے کے طریقوں اور فلم وفیشن کی دنیا سے بے خبر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کی تعریف میں فرمایا ہے: ﴿اَلْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ﴾[النور: ۲۳] ترجمہ: ''پاک دامن، بے خبر، صاحب ایمان عورتیں''

(بشکریہ: ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور)

آصف شفیق کو دوہرا صدمہ

مورخہ 5 جنوری بروز ہفتہ آصف شفیق کی خوشدامن وفات پاگئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ بڑی ہی نیک اور بااخلاق خاتون تھیں۔نماز جنازہ مدیر الجامعہ حافظ احمد حقیق نے پڑھائی۔ابھی اس واقعہ کو تین دن ہی گزرے تھے کہ ان کے والد محترم عبدالرفیق طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم عرصہ دراز سے جامعہ میں اُثریہ کیسٹ ہاؤس چلا رہے تھے۔اُن کی نماز جنازہ رئیس الجامعہ نے پڑھائی، جس میں کثیر تعداد میں اُن کے احباب نے شرکت کی۔